تاریخ میرے نام کی تعظیم کرے گی

تحریر: غلام حسن متعلم جامعہ علوم اثریہ جہلم

استاذ محترم علامہ محمد مدنی ؒ کی شخصیت کے ساتھ لفظ مرحوم کا اضافہ کرتے ہوئے طبعیت پر ایک بوجھ سا محسوس ہوتا ہے۔ لیکن موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ اسی لئے ہم نے دیکھا کہ بڑے بڑے سانحے بھی تاریخ بن جاتے ہیں۔ لیکن کچھ سانحے تاریخ بننے کے ساتھ ساتھ دلوں کی دنیا میں بھی دیرپا اثر چھوڑ جایا کرتے ہیں۔

18 فروری سوموار کی سہ پہر کو یہ اندوہناک اطلاع ملی کہ استاذ محترم علامہ محمد مدنی ؒ وفات پا گئے ہیں۔ انا للہ وإنا إلیہ راجعون۔

کسے معلوم تھا کہ جسم و جاں کا تعلق اتنی جلدی ٹوٹ جائے گا اور وہ فانی دنیا سے منہ موڑ کر ابدی زندگی کے سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔

ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

افسوس وہ پر درد آواز جو پاکستان اور دنیائے اسلام کے ہر قیامت آفریں سانحہ میں صدائے صور بن کر بلند ہوتی رہی۔ ہمیشہ کیلئے خاموش ہوگئی۔ وہ بے قرار دل جو اسلام اور مسلمانوں کی ہر مصیبت کے وقت بے تاب ہو جایا کرتا تھا اور دل کو بے تاب کر دیا کرتا تھا۔ قیامت تک کیلئے ساکن ہوگیا۔ وہ اشک آلود آنکھیں جو دین وملت کے ہر ماتم میں دریا بن جاتی تھیں۔ حسرت کہ ان کی روانی ہمیشہ کیلئے بند ہوگئی۔ وہ مترنم لب جو ہر بزم میں خوش نوا بلبل بن کر چہکتے تھے۔ ان کے ترانے اب ہمارے کانوں سے نہیں ٹکرائیں گے۔ وہ آتشیں زبان جو باطل پر تیغ برآں بن کر چمکتی تھی۔ اس کی تابش اب کسی معرکہ میں ہماری آنکھوں کو نظر نہ آئے گی۔ وہ پُر جوش سینہ جو ہمارے مصائب کے پہاڑوں کو سیلاب بن کر بہا لے جاتا تھا، اس کا تلاطم اب ہمیشہ کیلئے تھم گیا۔ استاذ محترم آج جب ہم میں نہیں ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ واقعی وہ بہت بڑے انسان تھے۔

استاذ محترم کی زندگی کے کارناموں کا احاطہ مجھ جیسا ادنیٰ طالب علم کیا کرسکتا ہے۔ وہ تو ایک چمکتا

ہوا سورج تھے۔ وہ بلا شبہ ہم سب میں مینارۂ نور تھے۔ اندھیرے میں چمکتا ہوا جگنو تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ان کا سینہ اخلاص کا گنجینہ تھا۔ ان کا قلم ان کے ضمیر کا محافظ تھا اور اللہ ان کے قلم کا محافظ تھا۔ اسی وجہ سے ان کے پاس وہ کلیدِ محبت تھی۔ جو دلوں کے دروازے کھولنے کے راز سے واقف تھی اور لوگ ان کے حلقۂ بگوش ہوتے چلے جاتے تھے اور ان کی باتوں سے اس طرح استفادہ کرتے تھے جیسے خشک کھیت بارش کے قطروں سے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ الفاظ ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے ہیں اور خطابت کے میدان کے ایسے شاہسوار تھے کہ دورانِ تقریر کبھی کسی لفظ پر نہ ان کی زبان رکی اور نہ کسی لفظ کی تلاش میں لمحاتی تامل ہوا۔ ان کے دامن میں ہر تشنہ کام کیلئے سیرابی کا سامان موجود ہوتا تھا۔ ہر فن کا متلاشی ان کے ہاں گوہرِ مقصود پا سکتا تھا۔ ہر نئی راہ کی جستجوئے منزل ان کے دل میں ابھرتی رہتی تھی۔

قحط الرجال کے اس دور میں وہ ان لوگوں کی مثل تھے جن کی تلاش میں یونانی فلسفی دیوجانس قلبی دن کے وقت ہتھیلی پر چراغ رکھ کر نکلا کرتے تھے۔ ان کی دروس یا نصیحتیں آدمی کو عقد ثریا تک لے جاتیں تھیں۔

استاذ محترم علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ نے جوانی سے لے کر آخری سانس تک اپنے رب سے ایک عہد کر رکھا تھا کہ زندہ رہوں گا تو وحدہ لاشریک کی توحید کیلئے اور اگر موت آئے گی تو توحید پر آئے گی اور انہوں نے اپنے عالم باعمل باپ سرخیل اہل حدیث حضرت مولانا حافظ عبدالغفور رحمہ اللہ کی مسند پر بیٹھ کر ان کی تمناؤں کو اپنے رب کی توفیق سے عملی شکل دے دی تھی۔

جرأت و بہادری اور ہمتِ مردانہ کا یہ عالم تھا کہ اکثر اوقات وہ اکیلے ہی طوفانوں کا مقابلہ کر کے ان کا رخ موڑ دیا کرتے تھے۔ جب ساری پاکستانی قوم صدام حسین کے حق میں نعرے لگا لگا کر سعودی حکومت کے خاتمے کی باتیں کر رہی تھی تو اس مرد قلندر نے تحفظ حرمین شریفین موومنٹ کے نام سے تحریک شروع کر کے عوام کے ایک بہت بڑے گروہ کا زاویۂ فکر تبدیل کر دیا اور ناموس رسالتؐ و تحفظ حرمین شریفین کے حق میں ایسی صدا بلند کی جو کوچہ و بازاروں سے لے کر ایوانِ اقتدار تک گونجتی چلی گئی۔ علامہ مرحوم ایسے پھول کی مانند تھے جن کی مہک مردہ دلوں کو زندہ کر دیتی تھی۔ ایسے پھول در و دیوار پر نہیں اُگتے۔ وہ صدیوں میں ایک بار فطرت کے میٹھے موڑ کی بدولت کسی مناسب زمین پر کسی خاص موسم میں گھڑی بھر کیلئے کھلتے ہیں۔ ساعت بھر عطر بیزی کرتے ہیں۔ لمحہ دو لمحہ چمن کی کہانی صبا کی زبانی سنتے ہیں۔ لحظہ دو لحظہ ماحول کا جائزہ لیتے ہیں پھر رنگِ

گلستان دیکھ کر تنگ آ جاتے ہیں۔ اندھی دنیا کو وقت کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کہیں جنت کا پھول کھلا تھا۔ جن لوگوں نے زمین پر ہمیشہ ہمیشہ ڈنڈے اگتے دیکھے ہوں اور کبھی دھتورے کا پھول ملاحظہ نہ فرمایا ہو اس کو کہاں محسوس ہوتا ہے کہ کس قسم کا پھول کھلا تھا؟ کیوں کھلا تھا؟ کیوں اتنی جلدی مرجھا گیا؟ فضا سے، صبا سے، گلشن سے، گل فروش سے، صیاد سے آخر کچھ تو کہا ہوگا۔ افسوس کہ۔

کیسے کیسے خوشنما طائر خلا میں کھو گئے

استاذ محترم علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ ہماری تاریخ کے ایسے ہی چمن اندر چمن زندہ جاوید ہستی تھے۔ وہ آرائش کائنات میں ایسے چراغ کی طرح روشن رہے۔ جس کی لو میں آسمان کے ستاروں نے اپنی راہیں تلاش کیں۔ گم کردہ راہ نے انہیں راہ انسانیت کا سنگ میل جانا۔ وہ مساوات کی جنس گراں بار کا وزن اٹھائے زندگی کے بازاروں میں چودھویں صدی تک لوگوں کو ہر موڑ پر بلاتے رہے۔ وہ ایک ایسے قافلہ سالار تھے کہ راستے کا گرد و غبار بھی جس سے اس کی منزل اوجھل نہ کر سکا۔

وقت مٹھی میں بند ریت کے ذروں کی طرح ہاتھوں سے پھسلتا جا رہا ہے۔ جو کل تھا آج نہیں ہے اور جو آج ہو رہا ہے وہ کل نہیں ہوگا۔ یہ حادثات اور واقعات کا تسلسل ہے۔ جس پر لکھنا یا بولنا چنداں آسان نہیں۔ لیکن جب موضوع ہجر و فراق ہو تو حروف سسکیاں بھرنے لگتے ہیں۔ الفاظ کے پھول شاخ لب سے مرجھا کر ٹوٹ کر گر جاتے ہیں۔ خیالات ماتمی لبادہ اوڑھ لیتے ہیں۔ ہر آنکھ اشکبار ہو جاتی ہے اور فصاحت و بلاغت کے سارے چشمے سوکھ جاتے ہیں۔

دھڑکن کا ساز، یاد کا جھومر، غموں کا ہار
محرومیوں نے زیست کو دلہن بنا دیا

آج استاذ گرامی قدر ہم میں نہیں ہیں تو وقت ناہنجار نے گویا چاند سے چاندنی چھین لی ہے۔ سورج سے رنگین کرنیں چرا لی ہیں۔ دھنک سے رنگ جدا کر دیئے ہیں۔ شگوفوں سے تازگی الگ کر دی ہے۔ اسی لئے آج ان کے پیار و محبت کی یادیں باقی ہیں۔ غم و اندوہ کی فریادیں ہیں اور درد دل کی داستانیں ہیں۔ آج جماعت اہل حدیث کا ہر فرد غنچوں کے دہن بستہ تکلم کی طرح چپ یہ سوچ رہا ہے کہ پتہ نہیں زندگی کی شیرینی میں یہ ہجر و فراق کا نمک کیوں؟ بہر حال یہ قانون قدرت ہے، قافلے لٹ کر بھی اپنا سفر جاری رکھا کرتے ہیں، تناآور درخت بھی سوکھی شاخوں سے خالی نہیں ہوتے۔ چاند اور سورج گویا روشنی کی علامت ہیں مگر یہ گہنا

بھی جاتے ہیں۔ زندگی کے جام میں زہرغم کی آمیزش بھی ہے۔ مگرغم کے اندھیرے سے ہی خوشی کا سویرا پھوٹتا ہے۔ صبح جب سورج نکلتا ہے تو پھول آسمان سے فریاد کرتا ہے کہ مجھ سے میری شبنم چھین لی گئی ہے۔ آگے سے جواب ملتا ہے مجھے دیکھو میں اپنے ستارے کھو چکا ہوں۔

کیا پوچھتے ہو کسے کھو دیا

باپ کا سایہ تقریباً سولہ سال قبل سر سے اٹھ چکا تھا لیکن والدہ محترمہ کی محبت وشفقت انہیں موت کے ساحل تک نصیب رہی۔ اسی لئے آخرت کی طرف رختِ سفر باندھنے سے دس منٹ قبل فون پر اپنی پیاری ماں سے ہم کلام ہوکر انہیں تسلی دیتے رہے جبکہ از خود اپنے پاس کھڑے ہوئے عزیزوں سے کہہ رہے تھے۔ مجھے لگتا ہے میرا وقت ختم ہو چکا ہے اب سانسیں میرا ساتھ چھوڑتی چلی جا رہی ہیں اور پھر کلمہ شہادت بلند آواز سے پڑھا اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

تم روؤ گے برسوں ہمیں یاد کر کے
گنیں گے سب ہماری خوبیاں جب ہم نہیں ہوں گے

8 کتابیں اور 7 اشتہار مفت منگوائیں

ادارہ کی طرف سے درج ذیل تازہ کتابیں تقسیم کی جارہی ہیں۔

۱۔ مسئلہ طلاقِ ثلاثہ وحرمت حلالہ
۲۔ موسیقی روح کی نہیں جہنم کی غذا ہے
۳۔ دعوت دین کی اہمیت وفضیلت
۴۔ اصلی داتا صرف ایک اللہ
۵۔ پیارے رسول ﷺ کی پیاری نماز
۶۔ احکام ومسائل رمضان المبارک
۷۔ نماز کی مدلل واہم کتاب صلّوا
۸۔ ضرب محمدی (تقلید شخصی/ پچاس سوالات)

﴿خواہشمند حضرات 15 شعبان تک مبلغ 25 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت طلب فرمائیں﴾

اہل حدیث کے امتیازی مسائل پر مشتمل سات اشتہارات کا مکمل سیٹ صرف 12 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مفت منگوائیں اور فریم کروا کر اپنے اپنے زیر انتظام مساجد ومراکز میں آویزاں کریں۔ فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ کرنا ضروری ہے۔

(مولانا) محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور ضلع راجن پور